عہدِ حاضر میں مطالعہ سیرت النبی ﷺ کے فروغ کی عملی تعبیرات، ضرورت اور تقاضے: ایک تجزیاتی مطالعہ

Practical Interpretations for Promoting the Study of Sirat-un-Nabi (PBUH) in Contemporary Era, Requirements and Demands: An Analytical Study

Dr. Abbas Ali Raza[1]
Hafiz Muhammad Abdullah[2]
Muhammad Naimat Ullah[3]

Abstract:

The modern era is the peak of human development. New inventions have created havoc in every sphere of life. There are talks of settlement on other planets leaving the earth's orbit. But in this age of development and inventions, man is facing more serious problems. These problems are the cause of failure of human personality. Rather, these problems have also posed threats to human survival. Today, humanity needs a prescription alchemy that can remove the dangers hanging over the head of humanity and sustain the well-being of man. That version of alchemy is only the biography of Mustafa (peace be upon him). The teachings of the Prophet (peace be upon him) is the only method by which human problems can be solved because it is the recipe that has been tested before. The Prophethood and Prophethood of the Holy Prophet is universal. He came as a leader for the entire humanity. Therefore, the study of the biography of the Holy Prophet is the most important need of the time. This analytical study explores the imperative of promoting the study of Sirat-un-Nabi (PBUH) in the contemporary era by examining the inherent requirements and demands for such an endeavor. The study delves into the multifaceted dimensions of understanding the life of the Prophet in a historical context and emphasizes the need for a comprehensive educational approach that transcends cultural and religious boundaries.

Keywords: *Human Development, New Inventions, Biography of the Prophet (PBUH), Suffering Humanity, welfare and success*

سید الکونین و نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ایسی کامل و مکمل ہستی ہیں کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ نے زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا ہے۔ بات ہو عقائد و عبادات کی یا پھر اخلاق و معاملات کی، سیاست ہو یا معاشرت، جنگ کا میدان ہو یا امن کا عالم ہو۔ گھریلو مسائل ہوں یا ریاست کے دستور کا معاملہ غرضیکہ زندگی کا ہر شعبہ ہی آپ ﷺ کی ذات والا صفات کے نور سے مزین ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت ہر شعبۂ حیات پر محیط ہے۔ اعلانِ نبوت سے قبل ہی آپ ﷺ ایک طرف امانت دار تاجر تو دوسری طرف بعد از اعلانِ نبوت ایک عظیم الشان داعی، بدر و حنین میں زبردست سپہ سالار، ریاستِ مدینہ کے عظیم سربراہ، عظیم منصف، معلّم اور مدبر سیاسی قائد کے طور پر آپ ﷺ کی ذاتِ

---

[1]. Assistant Prof, Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences, Lahore Garrison University, Lahore. abbasaliraza@lgu.edu.pk

[2]. PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences, Lahore Garrison University, Lahore /SST, WAPDA Inter College Mangla Dam Mirpur AJK. hafizmuhammadabdullah53@gmail.com

[3]. PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Education, Lahore/Librarian, Govt. Mines Labour Welfare Boys Higher Secondary School, Makerwal Mianwali muhammadnaimatullah53@gmail.com

گرامی قدر نظر آتی ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا یہ اعجاز ہے کہ تریسٹھ برس کی زندگی میں آپ ﷺ نے اُن تمام حالات و کیفیات کا سامنا کیا جن سے قیامت تک کسی بھی شخص کو واسطہ پڑ سکتا ہے۔ یوں آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کاملیت و عالمگیریت کا ایسا نایاب و نادر نمونہ بن گئی جس کی مثال اور نظیر ملنا تا قیامت ناممکن ہے۔ سیرتِ طیبہ کی کاملیت ایسی کہ ہر شعبہ حیات پر محیط اور عالمگیریت ایسی کہ ہر آن، ہر گھڑی ہر دور، ہر صدی آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے مستفید ہے۔ نبیِ رحمت ﷺ نہ صرف دینِ الٰہی کے مبلغ و داعی تھے بلکہ انسانیت کے لیے کامل ترین اور حسین نمونہ بھی تھے، ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ[4]

آپ ﷺ کی تعلیم فقط چند اعتقادات یا پھر چند مذہبی عبادات پر مشتمل نہ تھی بلکہ ہر گوشہ حیات کے متعلق آپ ﷺ نے عملی نمونہ پیش فرما کر اس اُمت کی رہنمائی کا ایسا حق ادا کیا کہ تا قیامت آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے کوئی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا ہر پہلو آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی ہر ہر ادا لائق اتباع ہے۔

یہ کائنات جو ہر نوع اور ہر گھڑی تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہے اس کے باوجود اللہ نے رسالت مآب ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو ایسا دوام عطا کیا کہ روزِ قیامت تک نہ صرف بھٹکے ہوئے لوگوں کو نشانِ منزل کا پتہ دیتی رہے گی بلکہ منزلِ دوام عطا کرتی رہے گی۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ہر ہر ادا آپ ﷺ کا ایک ایک خد و خال، آپ ﷺ کی جلوت و خلوت کے ایک ایک اشارے کو محفوظ کر لیا گیا۔ تاریخ عالم میں کوئی ایک بھی ایسی نظیر نہیں ملتی کہ کسی ہستی کی تمام اداؤں کو محفوظ کر لیا جائے۔ آج ضروری امر یہ ہے کہ ہم نبی رحمت ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے اپنی زندگیوں کو مزین کر لیتے مگر ہم نے سیرتِ طیبہ سے منہ موڑ لیا۔ جس سبب سے آج کا مسلمان اقوامِ عالم میں عبرت کا سامان ہے۔ وجہ صرف اس کی یہ ہے کہ ہم نے سیرتِ طیبہ کے سبق کو فراموش کر دیا۔ دوسری طرف دشمن بھی پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ آج کا مسلمان جہاں ایک طرف بے شمار مسائل میں گھرا ہوا ہے وہیں دوسری طرف اغیار کے رحم و کرم پر بھی ہے۔ صورتِ حال انتہائی مخدوش ہے۔ ایسے میں ہمیں پھر سے زمانے میں عروج حاصل کرنے کے لیے سیرتِ طیبہ سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔ نہ صرف اپنی انفرادی زندگیوں میں سیرتِ طیبہ سے رہنمائی لینا ہوگی بلکہ عصری مسائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وقت کی ضرورت کو ملحوظِ خاطر رکھ کر ہمیں سیرتِ النبی ﷺ کا مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ یہ اُمت جو آج ہر لحاظ سے زوال کا شکار ہے پھر سے اوجِ ثریا کی ہم نوا ہو سکے اور اپنی گم گشتہ متاعِ حیات کو حاصل کر سکے۔

سیرت کا معنی و مفہوم

لفظ ''سیرت'' بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے اور اس لفظ کو ''السیرۃ'' بھی لکھا جاتا ہے۔ لفظ سیر مادہ ہے لفظ سیرت کا۔ جس کا معنی ہے چال۔ اسی لیے درست اور صحیح چال چلن کو حُسن السیرۃ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح السیرۃ بمعنی ہیئت اور حالت کے بھی قرآن مجید میں مذکور ہوا ہے:

---

[4] ۔ الاحزاب ۳۳:۲۱۔

Al Aḥzāb,33:21

"سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُوْلٰى-"[5]

"ہم اُس کو دوبارہ اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے۔"

اور سیرۃ اچھے چال چلن، ہیئت و حالت کے ساتھ ساتھ عادات، سوانح عمری وغیرہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ ''مصباح اللغات'' میں ہے کہ ''السیرۃ'' لفظ ''سار'' کا اسم ہے۔ اور یہ لفظ سوانح عمری، عادات، ہیئت و طریقہ اور لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ طرزِ زندگی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔[6] اسی طرح علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی اپنی کتاب ''القاموس المحیط'' میں یوں رقمطراز ہیں کہ لفظ سیرت یعنی س کے زیر کے ساتھ یہ سنت، مسافت، ہیئت اور طریقہ کے معنوں استعمال ہوتا ہے۔[7] متذکرہ بالا معانی و مفاہیم کو سامنے رکھ کر ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ لفظ سیرۃ کا معنی چال چلن، عادت، طور طریقے، ہیئت و حالت، کردار، طرزِ حیات، سوانح عمری وغیرہ ان سب معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

سیرت کا اصطلاحی مفہوم

سطورِ بالا میں لفظ سیرت کا لغوی معنی بیان کیا گیا ہے جب کہ لفظ سیرت کا اصطلاحی مفہوم آنحضرت نبی رحمت ﷺ کے اخلاق و اطوار، آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ذکرِ خیر، آپ ﷺ کے شمائل و فضائل اور خصائل مبارکہ کے تذکرے اور نبی کریم ﷺ کی عادات و افعال کے بیان کا نام ہے۔ ویسے تو لفظ سیرت کے عمومی مفہوم کا اطلاق کسی بھی سوانح عمری پر ہو سکتا تھا لیکن شروع سے ہی اب تک اسلام کی چودہ صدیوں میں اس لفظ کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اس لیے یہ لفظ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر غلام رسول اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک طویل ترین تاریخی تعامل کے بعد لفظ ''السیرۃ'' ایک اصطلاح بن گیا ہے۔ اب یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہو گا اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو ہی لیا جائے گا۔ لہٰذا یہ کہنا بجا ہو گا کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال کے مجموعے کا نام سیرت ہے۔ اسی طرح ایک اور محقق محمد سرور کہتے ہیں کہ جب لفظ سیرت مطلقاً ادا کیا جائے تو اس سے مراد وہ فعل ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے روکا یا جس کے کرنے کا حکم دیا یا جس کو جائز سمجھا۔ مگر سیرت کی ایک جامع تعریف شاہ عبدالعزیز نے کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> "آنچه متعلق بوجود پیغمبر ماﷺ کرامت و آں عظام است و از ابتدائے تولد آنجاب تا غایت وفات آں را سیرت گویند۔"[8]

---

[5] ۔طٰہٰ ۲۰:۲۱۔

Tāhā, 20:21

[6] ۔عبدالحفیظ بلیاوی، مولانا، مصباح اللغات، لاہور: مقبول اکیڈمی، ص:۴۱۔

Abdul Hafiẓ Bliyāwi, *Miṣbāḥ ul Luġhāt*, Lahore: Maqbool Academy, p.41

[7] ۔ محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت: دار المعرفۃ، ۵۴/۲۔

Muhammad bin Yaqoob, *Al Qamoos Al Muheet*, Beirut, Dār Al Mārifah, 54/2

[8] ۔شاہ عبدالعزیز، عجالہ نافعہ، (مترجم: ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی)، کراچی: نور محمد کتب خانہ، ۱۹۴۶ء، ص:۴۸۔

Shah Abdul Aziz, *Ujālah Nāfi;ah*, Karachi, Noor Muhammad Kutub Khānah, 1946, p.48

یعنی جو بھی آنحضرت ﷺ کی شان اور عظمت اور عظمتِ اصحاب واہل بیت اور نبی رحمت ﷺ کی ولادت سے لے کر وصال باکمال تک کے حالات وکیفیات یہ سب سیرت ہیں بہر حال لفظ سیرت کا اطلاق صاحبِ سیرت کی پوری زندگی کے احوال پر محیط ہوتا ہے۔ البتہ فقہاء کرام نے سیرت کا یہ وسیع مفہوم نہیں لیا۔ ان کے نزدیک غزوات اور جہاد میں نبی کریم ﷺ نے اہلِ کفر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اسی پر سیرت کا اطلاق کرتے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''والسیر جمع سیرة، والطلق ذلك علی ابواب الجهاد، لأنها متعلقةٌ من احوال النبي في غزاوته.''[9]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ لفظ سیر جو کہ لفظ سیرت کی جمع ہے اور جہاد کے ابواب پر اس کا اطلاق ہوگا کیونکہ یہ ابواب ان احوال پر مشتمل ہوتے ہیں جو نبی رحمت ﷺ کو غزوات میں پیش آئے ہوتے ہیں۔ بہر حال ابتداً سیرت میں چونکہ خصوصی اہتمام اُن احوال کا کیا جاتا تھا جو غزوات میں در پیش ہوتے تھے مگر تیسری صدی ہجری کے بعد مغازی کے علاوہ دیگر احوال حیاتِ طیبہ کو بھی اسی میں داخل کر دیا گیا۔ جیسا کہ مواہبِ لدنیہ وغیرہ۔ مسٹر جی لیوی کے مطابق نبی کریم ﷺ کی حیات مقدسہ کے ذکرِ خیر کے لیے لفظ سیرت کا استعمال سب سے پہلے ابن ھشام نے کیا۔[10]

سیرت النبی ﷺ کی اہمیت وضرورت

یوں تو ہر دور میں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ بلاشبہ انسانیت کے دُکھوں کا مداوا کرتی رہی ہے۔ ہر دور میں سنتِ نبوی ﷺ کی اہمیت وضرورت باقی رہی بلکہ ہر پچھلے دور کی نسبت اگلے دور میں بڑھتی چلی گئی۔ کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کے مسائل گھمبیر سے گھمبیر تر اور مزید پیچیدہ ہوتے گئے۔ چونکہ محسنِ انسانیت نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر گوشہ انسانیت کے لیے راحت کا سامان ہے۔ عہدِ حاضر میں ایک طرف انسان کو کچھ نئے مسائل کا سامنا ہے تو دوسری طرف ابلیسی طاقتیں بھی اپنے پنجے تیز کیے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہیں۔ کوئی لمحہ جاتا ہے کہ یہ ابلیسی قوتیں مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کو تیار بیٹھی ہیں۔ ماضی کی طرح آج بھی مسلمانوں کے مسائل کا حل صرف اور صرف سیرت النبوی ﷺ میں ہے۔ کیونکہ یہ دور عالمگیریت اور گلوبلائزیشن کا ہے۔ پوری دُنیا ایک گاؤں کی مانند بنتی جا رہی ہے۔ ایسے میں ایک عالمگیر نظام وجود میں آتا دکھائی دے رہا ہے۔ سائنسی ایجادات اور نت نئی ٹیکنالوجی ہر روز سامنے آ رہی ہے۔ مادہ پرستی کا طوفان ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ عیش و عشرت، لہو و لعب کی فراوانی کہ شیطانیت ننگا ناچ رہی ہے۔ انسانی اقدار جو کبھی ہمارا فخر ہوا کرتی تھیں آج اُن کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اُخوت، بھائی چارہ، محبت اور رواداری جیسی باتیں لگتا ہے جیسے خواب ہو گئیں۔ انسانیت سسک رہی ہے۔ بلکہ یوں لگتا ہے کہ وہ دورِ جاہلیت پھر لوٹ کے آیا چاہتا ہے جس کے خاتمے کے لیے محسنِ انسانیت، نبی رحمت ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تھا۔ معاشرے پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ وہی غارت گری، ظلم و ستم، جاہلیت، دختر کشی، توہم پرستی، کفر والحاد معاشرے میں پھیل چکے

---

[9]۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، القاہرہ: المکتبہ السلفیہ، ۲۷۹/۷

Ibn e Hajr Asqalānī, Ahmad bin Ali, *Fath ul Bārī,* Cairo, Al Maktabah Al Salfiyah, 279/7

[10]. G. Levi Delle Vida, *The Encyclopedia of Islam,* Leideen, 439/4.

ہیں۔ایسے پُرآشوب حالات میں بس ایک ہی مینارۂ نور نظر آتا ہے۔جس کی روشنی میں چل کر انسانیت احسنِ تقویم کی بلندیوں کو چھو سکتی ہے۔ اور وہ ہے میرے نبی کریمﷺ کی سیرتِ طیبہ جس پر عمل پیرا ہو کر انسانیت اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتی ہے۔سیرت مصطفیﷺ کا ہی فیضان تھا کہ غلام سردار اور سردار غلام بننے میں شرف محسوس کرتا تھا استحکام مملکت میں شاہ و گدا کا فرق مٹ گیا اور انسانیت کو انسانیت کی معراج ہو گئی۔[11]

سیرتِ نبویﷺ کی اہمیت قرآن مجید کی نظر میں

نبی رحمتﷺ کی حیاتِ طیبہ کی اہمیت اور انسانیت کے لیے اس کی لزومیت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔سیرتِ نبویﷺ کی اہمیت کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ جب کفار و مشرکین نے نبی کریمﷺ سے آپ کے نبی ہونے پر معجزہ طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو جو آپﷺ انھیں میں گزار چکے تھے اس کو معجزہ قرار دے دیا۔ارشادِ ربانی ہے:

"فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔"[12]

”بے شک میں تمھارے درمیان اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں کیا تم عقل نہیں رکھتے۔“

اس آیتِ مبارکہ میں نبی کریمﷺ کی حیاتِ طیبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب انھیں بتاؤ کہ اس سے پہلے میں تمھارے درمیان عمر عزیز کا ایک حصہ گزار چکا ہوں جس کا تم لوگوں کو بخوبی علم ہے۔یعنی حیاتِ مبارکہ کو ہی ذاتِ باری تعالیٰ نے اہل کفر کے سامنے رکھ دیا۔اسی طرح قرآن مجید بار بار انسانوں سے نبی رحمتﷺ کی پیروی اور اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے کہ اے لوگوں اللہ کے رسول کی پیروی کرو۔نبی رحمت کی اطاعت و فرمانبرداری کرو کہ اسی میں تمھاری فلاح اور کامیابی ہے۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔"[13]

کیا ہی خوبصورت پیرائے میں باری تعالیٰ نے نبی رحمتﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی اہمیت کو بیان کیا ہے کہ جو بھی اللہ سے محبت کو دعوے دار ہے وہ پیروی اور اتباع میرے نبیﷺ کی کرے۔جس کے صلہ میں اللہ ان پیروی اور اتباع کرنے والوں سے محبت فرمائے گا۔ یعنی نبی رحمتﷺ کی پیروی اور اتباع اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَۚ۔"[14]

آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے ساتھ نبی کریمﷺ کی پیروی اور اتباع کو وجہ ترحم فرمایا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول کی پیروی میں لگ جاؤ تاکہ اس سبب سے تمھارے اوپر رحم کیا جا سکے۔اسی طرح ایک اور آیتِ مبارکہ میں ہدایت پانے کے لیے اُسوۂ رسولﷺ کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

---

[11] Fareed ud din, H., & Ahmad, S. (2021). سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدلیاتی پہلو: ایک تحقیقی جائزہ: A Research Review of the Prophetic Justiceﷺ . *Al-Amīr*, *2*(01), 17–33. Retrieved from https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/32

[12] یٰس ۳٦:۱٦۔ Yaseen 36:16

[13] آل عمران ۳:۳۱۔ Āl e Imran 3:31

[14] آل عمران ۳:۱۳۲۔ Āl e Imran 3:132

"وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔"[15]

"اور رسول کی (سیرتِ مبارکہ) کی اتباع کرو تاکہ تمھیں ہدایت حاصل ہو۔"

سو آیاتِ قرآنی اس بات پر دلیل ہیں کہ انسان کی فلاح اور ہدایت اور پھر سب سے بڑھ کر قربِ الٰہی کے حصول کا سب سے بہترین ذریعہ رسالت مآب ﷺ اور آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی اور اتباع ہی ہے۔

احادیث کی روشنی میں سیرت کی اہمیت

سیرتِ طیبہ جو کہ فلاحِ انسانی کا واحد راز ہے اس کی اہمیت قرآن مجید میں خود ذاتِ باری تعالیٰ نے بیان فرمادی ہے کہ انسانیت کی فلاح و ہدایت کا راز اُسوۂ رسول ﷺ کی پیروی میں مضمر ہے۔ اسی مضمون کو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے بھی بیان فرمایا ہے تاکہ لوگ اس حقیقت کو جان لیں کہ اُن کی فلاح و بقا اسی میں ہے کہ وہ سیرت رسولِ عربی ﷺ کو اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي۔"[16]

یہ مبارک ارشاد آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ماہ و سال میں خطبہ حجۃ الوداع کے مقام پر فرمایا تھا کہ اے اللہ کے بندو! میں تمھارے بیچ دو ایسی اشیاء چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو سکو گے اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔ یعنی رسولِ کریم ﷺ نے خود ہی کتاب اللہ اور سنتِ مبارکہ کو ایک ہی حکم میں بیان فرما کر اُمت کو اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ اس حدیثِ مبارکہ میں سنتِ رسول ﷺ سے مراد سیرتِ رسول ﷺ ہی ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کے پیارے صحابی حضرت ابوہریرہؓ حدیثِ رسول بیان کرتے ہیں:

"مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ۔"[17]

بعینہ یہ وہ مضمون ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرما کر اہلِ دنیا کو بتا دیا کہ فلاح و بقا محمد عربی ﷺ کے اُسوہ پر عمل کرنے میں ہے۔ بلکہ ایک اور موقع پر اس سے بڑھ کر حیاتِ اُخروی میں کامیابی اور جنت میں داخلے کے بارے میں بھی واضح اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت جنت میں داخل ہو گی مگر ان کے سوا جنھوں نے میرا انکار کیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کون ہے وہ شخص جو آپ ﷺ کا انکار کرتا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری پیروی و اطاعت کی پس وہ کامیاب ہوا اور جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے میرا انکار کیا۔[18]

---

[15] ۔الاعراف ۷:۱۵۸۔ Al Āʼrāf, 7:157

[16] ۔امام حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ، ۱/۱۷۲، رقم الحدیث: ۳۱۹۔

Imām Hākim, *Al Mustadrik Alā Sahīhain*, Beirut, Dār Al Kutub Al Ilmiyah, 1411AH, Hadith: 319

[17] ۔محمد بن عبداللہ الخطیب العمري، مشکاۃ المصابیح، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۸۵ء، ۲/۱۰۸۵، رقم الحدیث: ۳۶۶۱۔

Khatīb Al Umrī, Muhammad bin Abdullah, *Mishkāt Al Masābīh*, Beirut, Al Maktab Al Islāmī, 1985, 1085/2, Hadith:3661

[18] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ۹/۹۲، رقم الحدیث: ۷۲۸۰۔

Bukhari, Muhammad bin Ismāʼīl, Al Jāme Al Sahīh, Dār Touq An Nijāh, 1422AH, 92/9. Hadith, 7280

کیونکہ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے کوئی مستغنی ہو ہی نہیں ہو سکتا اور جو ان سے مستغنی ہوا پھر وہ دونوں جہانوں میں محروم ہی رہے گا۔ کیونکہ فلاح دارین تو میرے نبی رحمت ﷺ کی اتباع و پیروی میں پوشیدہ ہے۔ جس نے اُن کے در سے منہ موڑا پھر اُس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی کے بنا کامیابی ممکن ہی نہیں۔ عام آدمی تو ایک طرف رہے انبیاء ورُسل ؑ بھی حاجت مند ہیں۔ کیونکہ میرے نبی ﷺ فقط اپنی اُمت کے ہی نہیں بلکہ دیگر انبیاء ورُسل ؑ اور اُمتوں کے بھی حاجت روا ہیں۔

سیرتِ النبی ﷺ کی اہمیت اصحابِ رسول ﷺ کی نظر میں

اصحابِ رسول ﷺ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کو تمام زندگی اپنی حرزِ جان بنائے رکھا۔ کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جب انھوں نے سیرتِ مصطفی ﷺ سے تغافل برتا ہو۔ بلکہ اس کے برعکس خود بھی سیرتِ مصطفی ﷺ پر عمل پیرا ہوئے اور سیرتِ مصطفی ﷺ کو محفوظ بنانے کے لیے اپنے جگر تک کو پگھلایا۔ بلاشبہ یہ اُن اصحابِ رسول ﷺ کی ہی محنت و مشقت کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے پاس نبی ﷺ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ زندگی کے تمام مسائل کا حل آج سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ڈھونڈ سکتے ہیں اور یہ سب اصحابِ رسول ﷺ کی ہی مرہونِ منت تھا کہ انھوں نے حیاتِ طیبہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے متعلق آج ہمارے پاس معلومات نہ ہوں۔ اور پھر وہ خود کس قدر آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے مستفید ہوئے تھے اس بات کا اندازہ اس حدیثِ مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو فرمایا اے معاذ ؓ اگر تمھارے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو پھر کس طرح سے فیصلہ کروگے۔ اس پر جناب معاذ بن جبل ؓ نے عرض کی کہ میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس بابت تمھیں کتاب اللہ سے نہ ملا تو پھر کیا کروگے۔ اس پر جناب معاذ بن جبل ؓ نے عرض کی کہ پھر آپ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے پھر استفسار فرمایا کہ اگر سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ملا تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ بن جبل ؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس بات پر نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ ؓ کے سینہ کو اپنے دستِ مبارک سے ٹھونکا اور فرمایا تم تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے اللہ کے رسول ﷺ کے تعینات کردہ کی رائے کو اللہ کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق کر دیا۔[19]

گویا نبی کریم ﷺ کی سیرت اور سنت اصحابِ رسول ﷺ کی نظر میں اسی طرح معتبر تھی جس طرح کے کتاب اللہ۔ صحابہ کرام ؓ کتاب اللہ پر جس طرح عمل کرتے تھے اسی طرح سنت رسول ﷺ کو بھی لازم خیال کرتے تھے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کوئی ایسی ہستی نہیں گزری جس کے اصحاب نے اس کے افعال و اقوال، حالات و کیفیات غرضیکہ ہر ہر گوشۂ حیات محفوظ کیا ہو اور نہ صرف محفوظ کیا ہو بلکہ اسے محفوظ کرنے کی خاطر ایسے جامع احوال و قوانین بنائے ہوں کہ گویا کئی نئے علم وجود میں لانے پڑے ہوں۔ یہ اعزاز صرف اور صرف میرے نبی رحمت ﷺ کے پاس ہے کہ لوگوں نے اس قدر جانفشانی اور ذمہ داری سے آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کو محفوظ کیا کہ جس کی مثال نہ انسانیت کے ماضی میں ملے گی اور نہ ہی مستقبل میں۔ آپ ﷺ کا اُسوہ تو ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کے لیے رہنما اور رہبری کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مبارک سیرت جتنی مستند اور جامع سیرت انسان تو کیا کسی پیغمبر کی بھی نہیں ہے۔

---

[19] ۔ابن کثیر، اسماعیل، السیرۃ النبویہ، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۹۶ء، ۲۱/۳۔

Ibn e Kathīr, Ismā’īl bin Ahmad, *Al Sirah Al Nabawiyyah*, Lahore, Maktabah Quddoosiyah, 1996, 21/3

سیرتِ النبی ﷺ کی اہمیت اور فقہائے اُمت

سیرتِ مصطفی ﷺ کو اللہ پاک نے اُمتِ محمدیہ کے لیے سب سے بہترین اُسوہ قرار دیا۔ اصحابِ رسول ﷺ نے بھی اُسوۂ رسول ﷺ کو اپنی فلاح وبقا کا ضامن قرار دیا۔ اسی طریق پر چلتے ہوئے فقہائے اُمت نے بھی دینی ودنیاوی مسائل کے حل میں کتاب اللہ کے ساتھ سیرتِ مصطفی کریم ﷺ کو ہی بنیادی منبع قرار دیا۔ کیونکہ سیرتِ مصطفی ﷺ تو قرآن کی توضیح وتشریح کا ہی نام ہے۔ اُمتِ محمدیہ میں جتنے بھی فقہاء گزرے ہیں سب نے اپنے افکار ونظریات کو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سیرتِ مصطفی ﷺ پر استوار کیا ہے۔ کوئی ایک بھی فقیہ ایسا نہیں ہے جس نے سیرتِ مصطفی ﷺ کو چھوڑ کر فقط قرآن مجید کو ہی اپنا مرجع ومآخذ قرار دیا ہو۔ اس اُمت کے سب سے بڑے فقیہ امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے سے اجتناب کرو اور رسولِ کریم ﷺ کی سنت کو لازم پکڑو:

"ایاکم و القول في دین اللہ بالراي وعلیکم باتباع السنة فمن خرج منها ضل."[20]

امام اعظم ابو حنیفہؒ مسائل کے استنباط کے معاملہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں محتاط رہو۔ اور اپنی رائے اور قیاس سے بچنے کی کوشش کرو نیز یہ کہ سنت رسول ﷺ (سیرتِ مصطفی ﷺ) کی اتباع کو لازم پکڑ لو اور جس شخص نے سیرتِ مصطفی ﷺ سے بے اعتنائی برتی گمراہی وضلالت اس کا مقدر ہو چکی۔ اسی طرح دیگر فقہائے کرام نے بھی سیرتِ مصطفی ﷺ کا لزوم اختیار کیا۔ حضرت امام مالک جو کہ اُمت کے بہت بڑے فقیہ ہیں اور آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ مدنی فقیہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسی بھی شخص کے قول یا بات کو اپنایا بھی جاسکتا ہے اور ترک بھی کیا جاسکتا ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کو تو ہر حال میں اختیار کرنا پڑے گا۔ سو جس شخص نے بھی نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی سیرتِ مبارکہ سے تعرض کیا وہ یقیناً ہلاکت وگمراہی میں داخل ہو گیا۔[21] نبی کریم ﷺ کے انقلاب آفریں افکار ونظریات کے حقیقی ادراک کے لیے ضروری ہے کہ سیرت مصطفی ﷺ کو حرزِ جان بنالیں۔ صرف یہی ایک واحد راستہ ہے جس کے ذریعے سے ہمیں آپ ﷺ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ اور پھر آپ ﷺ کے ذریعے سے ہی ہمیں قربِ الٰہی میسر آسکتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے اور بعد ازاں اصحابِ رسول ﷺ اور تابعین وتبع تابعین نے بھی اسی بات کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

مطالعہ سیرت النبی ﷺ کی جہات

ایک مسلمان کے لیے نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے استفادہ کی اہمیت وضرورت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ بحیثیت مسلمان ہماری نجات کا دار ومدار اُسوۂ رسول ﷺ کی پیروی پر ہے۔ لہٰذا مطالعہ سیرت النبی ﷺ یوں تو ہر دور میں ہی مسلمانوں کے لیے ناگزیر رہا ہے۔ مگر عہدِ حاضر میں انسانیت اسفل سافلین کی جن اتھاہ گہرائیوں میں پڑی سسک رہی ہے یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ تمام اقوام عالم

---

[20] ۔جمال الدین قاسمی، قواعد التحدیث، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۷۹ء، ص: ۲۳

Qāsmī. Jamā ud Dīn, Qawā'id at Tahdith, Beirut, Dār Al Kutub Al Ilmiyah, 1979, p.23

[21] ۔ابن الجوزی، عبد الرحمٰن، کتاب المناقب، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، ص: ۱۸۲۔

Ibn al Jouzī, Abd ur Rahman bin Ali, *Kitāb Al Manāqib*, Lahore, Maktabah Islāmiyah, p.182

سیرت النبی ﷺ کی ناگزیریت کو تسلیم کرتے ہوئے اس سے استفادہ کی راہیں ہموار کریں۔اور بالخصوص مسلمان اپنی عظمتِ رفت کی بحالی اور دنیا کو پُرامن بنانے کے لیے مطالعہ سیرت النبی ﷺ کے فروغ کی تدابیر اختیار کریں۔سیرت النبی ﷺ سے استفادہ کی مختلف جہات ہیں۔ہر جہت اور پہلو سے ہی سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے۔کسی پہلو کو نظرانداز نہ کیا جائے۔عمومی طور پر سیرتِ مصطفی ﷺ کی تین جہات یا پہلو ہیں۔پہلی جہت فضائل مصطفی ﷺ دوسری جہت شمائل مصطفی ﷺ اور تیسری جہت خصائل مصطفی ﷺ۔سیرتِ مصطفی ﷺ کی یہ تینوں جہات آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔ان تمام جہات کے مطالعہ سے ہی سیرتِ مصطفی ﷺ سے کماحقہ استفادہ ممکن ہے۔

فضائل مصطفیؐ

سیرت مصطفیؐ کی تین جہات میں سے پہلی جہت فضائل مصطفیؐ ہے۔ نبی رحمتؐ کے فضائل و کمالات سے مراد وہ امتیازات و معجزات اور کمالات جو بحیثیت پیغمبر آپؐ کی زندگی میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے رہے۔آپؐ کے فضائل کا ذکر خیر آپؐ کی آمد مبارکہ یعنی ولادت باسعادت سے بہت پہلے ہی کائنات میں شروع ہو چکا تھا۔آپؐ سے پہلے والے انبیاء و رُسل آپ کا ذکر خیر کرتے۔آپؐ کے فضائل کو بیان کرنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے۔اور خود نبی کریمؐ نے بھی اپنی اس فضیلت کا اظہار فرمایا۔حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ"[22]

"میں تمام انبیاء و رُسل کی قیادت کرنے والا ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا۔اور میں خاتم النبیین ﷺ ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا اور میں پہلا شخص ہوں گا جو شفاعت کرے گا اور میری شفاعت قبول کی جائے گی مگر میں اس بات پر فخر نہیں کرتا۔"

نبی کریم ﷺ کو اللہ نے بے شمار فضائل و مناقب عطا فرمائے آپ ﷺ کو امام الانبیاء بنایا، خاتم النبیین ﷺ بنایا جیسی فضیلت اور عظمت و رفعت نبی کریم ﷺ کو اللہ پاک نے عطا فرمائی ہے ایسی رفعت اور عظمت و رفعت کسی اور کے نصیب میں نہیں آئی۔آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا عہد تمام گروہِ انبیاء سے لیا گیا جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ"[23]

"پھر جب تمھارے پاس وہ رسول آئے جو تمھاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو تو تم اس پر ضرور بالضرور ایمان لانا اور لازمی طور پر اس کی مدد و نصرت کرنا۔کیا تم نے اس سب پر اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ اُٹھایا تو سب نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کیا ہے اس پر اللہ نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوتا ہوں اور اب جو کوئی بھی اس سے پھرے گا وہ ہی فاسقوں میں سے ہو گا۔"

قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء و رُسل سے لیا۔کہ جب نبی

[22] ۔دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، مسند الدارمی (سنن الدارمی)، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، دار المغنی للنشر والتوزیع، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۶/۱، رقم الحدیث: ۵۰۔

Dārmī, Abdullah bin Abd ur Rahman, *Sunan Dārmī*, KSA, Dār Al Mughnī, 1412AH, 196/1, Hadith:50

[23] ۔آل عمران ۳:۸۱ ۔

Āl e Imrān 3:81

رحمت یعنی حضرت محمد ﷺ جب تمھارے پاس آئیں تو تم اُن کی تصدیق کرنا اور اُن پر ایمان لانا۔ اندازِ کلام دیکھیے کہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ اے گروہِ انبیا کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو تو انبیاء کرام نے اقرار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی کے ذریعے سے مؤکد فرمادیا۔ اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کو تمام انسانوں کے ساتھ انبیاء و رسل کا بھی امام بنا کر سب سے بلند اور اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے فضائل سے بھی آگاہی ہو جس سبب سے آپ ﷺ سے محبت و عقیدت کا رشتہ گہرا ہوگا اور اسی قدر سیرتِ مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرنے کا جذبہ زیادہ شدید ہوگا۔

شمائل مصطفیٰ ﷺ

جب کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے فضائل و مناقب سنتا ہے تو اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ ایسی عظمت و رفعت کی مالک ہستی جن کو اللہ نے اتنی شان سے نوازا ہے وہ ہستی دیکھنے میں کیسی ہوگی۔ اُن کا سراپا کیسا ہوگا وہ کیسے دِکھتے ہوں گے۔ اُن کا قد مبارک کتنا طویل ہوگا۔ اُن کی آنکھیں کیسی ہوں گی جن کے فیضان سے عرب کے بدو دیکھتے ہی دیکھتے رشکِ قمر بن گئے۔ اُن کا چہرہ انور کیسا ہوگا کہ جن کی ضوفشانی سے چہار دانگ عالم میں ظلمت کے پردے چھٹ گئے اور ہر سُو اُجالا پھیل گیا۔ گفتار ایسی کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اہل عرب باہم شیر و شکر ہو گئے۔ کردار ایسا کہ غیر بھی آپ کے پاس اپنی امانتیں محفوظ سمجھ کر رکھ جاتے۔ سو فضائل مصطفیٰ ﷺ سن کر اپنے آپ ہی آپ ہی دل میں یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ وہ حسین مکھڑا کیسا ہوگا جس کی قسمیں رب تعالیٰ قرآن مجید میں اُٹھاتا ہے تو نبی رحمت ﷺ کے ظاہری حُسن و جمال کے تذکرے کو شمائل مصطفیٰ ﷺ کہتے ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں:

"رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَإِلَى القَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَإِذَا هُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ القَمَرِ۔"[24]

ایک رات چودھویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب پر تھا کہ نبی کریم ﷺ بھی جلوہ افروز تھے۔ اور میرے نبی کریم ﷺ نے اس وقت ایک دھاری دار سُرخ چادر زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔ اس رات میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا۔ یقیناً میرے نبی کریم ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین اور خوبصورت نظر آرہے تھے اور یہ اعجاز بھی نبی کریم ﷺ کا ہی ہے کہ سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارکہ کو اس قدر تفصیل اور جزئیات سے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد مزید تفصیل کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ اسی طرح حضرت برا بن عازبؓ فرماتے ہیں:

"وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لاَ بَلْ مِثْلَ القَمَرِ۔"[25]

---

[24] ۔ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سَورة، جامع الترمذی، بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء، ۵/۶۱، رقم الحدیث: ۲۹۷۱

Tirmidī, Muhammad bin Essa bin Surah, *Jāme Tirmidī*, Beirut, Dār Al Gharb Al Islami, 1998, Hadith:2971

[25] ۔بخاری، الجامع الصحیح، ۴/۱۴۴، رقم الحدیث: ۳۵۵۲.

Bukhari, *Al Jāme Al Sahīh*, 144/4, Hadith: 3552

کسی نے حضرت براابن عازبؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا رُخ اقدس مثلِ تلوار تھا؟ تو حضرت براابن عازبؓ نے فرمایا نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک تو آفتاب و ماہتاب کی مثل تھا۔ اسی طرح امام زرقانی نے تو گویا بات ہی ختم کر دی یہ کہہ کر کہ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے حُسن و جمال کو ہم سے مخفی رکھا ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں:

"لم يظهر لنا تمام حسنه صلى الله عليه وسلم لأنه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيينا رؤيته."[26]

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کا حُسن و جمال ہمارے اوپر مکمل طور پر ظاہر نہیں فرمایا اگر سرکارِ دوعالم ﷺ کا تمام حُسن و جمال ہمارے ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھوں میں اتنی تاب ہی نہ تھی کہ ہم آپ ﷺ کے جلوؤں کا نظارہ کر سکتے۔ سو سرکارِ دوعالم ﷺ کے ساتھ محبت واُلفت کا فطری سبب ہے کہ آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا تذکرہ کیا جائے اور سیرت کی کتابوں سے آپ ﷺ کے حُسن و جمال کے تذکروں کے ذریعے سے تسکین قلب کا سامان کیا جائے۔

خصائلِ مصطفیٰ ﷺ

خصائل عربی زبان کے لفظ خصلة سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے عادات، اطوار، طور طریقے وغیرہ اور خصائل مصطفیٰ ﷺ سے مراد نبی کریم ﷺ کی عادات واطوار اور افعال واقوال ہیں۔ جس سے آپ ﷺ کی عملی زندگی اور آپ ﷺ کی تعلیماتی سیرت کی پوری تصویر ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب انسان اپنے نبی کریم ﷺ کے فضائل و شمائل سننے کے بعد اپنے دل میں حُبِ نبی ﷺ کی حلاوت کو محسوس کرتا ہے تو پھر لامحالہ اپنے محبوب کے رنگ میں رنگ جانے کو دل کرتا ہے۔ محبوب کی اداؤں سے اس قدر پیار ہو جاتا ہے کہ ہر وقت اُن کی اداؤں کو اپنانے میں انسان مگن ہو جاتا ہے۔ جو کہ انسان کی دنیاوی اور اُخروی نجات کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت واُلفت کے سبب آپ ﷺ کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ جذبہ ہی سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا اصل مدعا ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی نبی کریم ﷺ سے والہانہ انداز میں محبت فرماتے تھے اور ایسی محبت کہ زمانے میں ڈھونڈنے سے مثال نہ ملے۔

اطاعت الٰہی واطاعتِ رسول ﷺ کا ثمرہ یہ ہے کہ جب آپ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کو لازم اختیار کر لیتے ہیں تو پھر اللہ آپ کو اہل انعام کا ہم نوا بنا دے گا۔ اور اہل انعام یقیناً انبیاء، صدیقین اور شہداء وصالحین ہیں۔ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کی ایک ایک ادا کو اپنانے کا باقاعدہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی اداؤں اور افعال واقوال کو نہایت اہتمام سے محفوظ بھی فرمایا اور خود بھی اس کے عامل تھے۔ اتباع مصطفیٰ ﷺ کا یہ عالم تھا کہ جہاں نبی کریم ﷺ مسکرائے آپ ﷺ کے بعد صحابہؓ بھی جب وہاں سے گزرتے تو مسکراتے یعنی اتباع کا یہ عالم تھا کہ کبھی زندگی میں ایک مرتبہ بھی نبی کریم ﷺ کسی چیز کو چوما یا تھاما یا کہیں مسکرائے یا کوئی اور عمل کیا تو صحابہ کرامؓ بھی محبت واُلفت کے سبب اسی جگہ اُسی طرح سے اتباعِ رسول ﷺ میں وہ عمل دُہرایا کرتے تھے۔

---

[26] قسطلانی، احمد بن محمد، المواهب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، قاہرہ: المکتبۃ التوفیقیہ، ۲/۵۔

Qastalānī, Ahmad bin Muhammad, *Al Mawāhib Liduniyah bil Manh Al Muhammadiyah*, Cairo, Al Maktabah Al Toufiqiyah, 5/2

سیرت النبی ﷺ سے بے اعتنائی کے مضمرات

ملتِ اسلامیہ ایک ہزار سال تک دُنیا میں بر سر اقتدار رہنے کے بعد زوال پذیر ہوئی تو جہاں پر دیگر شعبہ جات انحطاط پذیر ہوئے وہیں پر دینی تعلیمات کا شعبہ بھی انحطاط پذیر ہوا۔ اور بالخصوص سیرت مصطفی کریم ﷺ سے جو بحیثیت مسلمان ہمارا قلبی و روحانی تعلق تھا وہ ٹوٹ گیا۔ جس کے سبب ہمارا عروج اور تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہوا۔ سیرتِ مصطفی ﷺ سے ہم یوں کٹے کہ پھر جڑنے کی کوئی سبیل نہ بن سکی۔ یوں رفتہ رفتہ سیرتِ مصطفی ﷺ ہماری زندگیوں سے محو ہوتی گئی۔ بعد ازاں اُمت میں کئی آوازیں سیرت کے حوالے سے بلند ہوئیں اور تحاریک بھی سر گرم ہوئیں مگر وہ بھی بے نتیجہ ثابت ہوئیں۔ سیرتِ مصطفی ﷺ سے اس قدر طویل دوری کے سبب مسلمان اس کے حقیقی فہم سے عاری ہو گئے۔ نتیجے کے طور پر سیرتِ مصطفی ﷺ کا فیض نہ صرف انفرادی طور پر منقطع ہوا بلکہ اجتماعی و بین الاقوامی سطح پر بھی فیضانِ سیرت سے محروم ہو گئے۔ سیرتِ مصطفی ﷺ سے کٹ جانے کے سبب اُمتِ مسلمہ نے بے شمار نقصانات کا سامنا کیا۔ مجموعی طور پر اُمت نے جن مضمرات کا سامنا کیا ان میں سب سے بڑے نقصانات یہ ہوئے:

۱- ہوا یہ کہ اُمتِ مسلمہ کے عقائد اور اعمال اوہام اور فقط رسم و رواج بن کر رہ گئے۔ جس کی وجہ سے ان عقائد و اعمال کی روحانی تاثیر ختم ہو گئی۔

۲- جوں جوں ملتِ اسلامیہ زوال کا شکار ہوتی گئی ویسے ویسے اسلامی و روحانی اقدار زوال پذیر ہوتی گئیں۔ جس کی وجہ سے روحانیت کا عنصر ختم ہو گیا اور اس کی جگہ مادیت پرستی نے لے لی۔

۳- اسلام مکمل ضابطۂ حیات کی بجائے فقط چند مذہبی عبادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا اور عملاً مسلمانوں کی زندگیوں سے کٹ گیا۔ لہٰذا ان چند مذہبی عبادات کو ہی مکمل اسلام تصور کرتے ہوئے محض ثواب اور آخرت میں جنت کے حصول کا ذریعے بن کر رہ گیا۔

۴- جب اسلام ہماری عملی زندگیوں سے کٹ گیا تو اسلام کے نقوش مٹتے چلے گئے اور ہماری آنے والی نسلیں سیرتِ محمدی ﷺ سے بیگانہ اور اسلام کے مستقبل سے مایوس ہوتی گئیں۔

۵- سیرتِ مصطفی ﷺ سے دوری کے سبب آج کی نسلِ نو جب اغیار کو زمانے میں عروج پاتے ہوئے دیکھتی ہے تو وہ دوبارہ احیاء اسلام سے مایوس اور بد دل ہو کر اسی نظام کو ہی اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

۶- آج کا مسلمان سیرتِ مصطفی ﷺ سے کٹ کر اپنے دوبارہ عروج اور احیاء سے متعلق اپنا اعتماد کھو چکا ہے۔

۷- سیرتِ مصطفی ﷺ کہ جس نے مسلمانوں کو ایک وحدت میں پرو دیا تھا آج سیرتِ مصطفی ﷺ کی تاثیر کم ہونے کے سبب پھر سے بکھر چکے ہیں۔ آج پھر مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہو کر لسانی، جغرافیائی، گروہی، فرقہ وارانہ اور طبقاتی گروہوں میں تقسیم ہو کر منتشر ہو چکی ہے۔

۸- سیرتِ مصطفی ﷺ سے لا تعلق ہو کر اسلامی رویوں کی تشکیل کے ادارے مثلاً مذہبی، تعلیمی و ثقافتی اور معاشی ادارے جو سراسر انقلاب، ترقی اور عروج کے آئینہ دار تھے مکمل طور پر جمود کی لپیٹ میں آ گئے۔

۹- آج مسلمان دوبارہ سے غلبہ اور اسلام کی عالمگیریت وآفاقی حیثیت کی بحالی کی بجائے فقط اپنے دفاع اور ضروریاتِ زندگی کے حصول کو ہی حقیقی ذمہ داری سمجھ بیٹھے ہیں۔

یورپ جانے والے اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے فکر مند کیوں؟

عہدِ حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص بھی یورپ جاتا ہے اور اپنی فیملی کو وہیں سیٹل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اپنے بچوں کے حوالے سے تحفظات کا شکار رہتا ہے۔اور بلاشبہ یہاں سے بہت سارے لوگ نقل مکانی کر کے دیارِ غیر میں منتقل ہوئے اور وہیں پر پُرآسائش اور کامیاب زندگی کی خاطر ڈیرے لگا لیے۔ رفتہ رفتہ اُن کے بچے اسی ماحول میں پلتے بڑھتے گئے اور اُسی ماحول میں اور اُسی رنگ میں ڈھنگ گئے۔اس بات کو لے کر آج کے دور میں نقل مکانی کرنے والے اس حوالے سے سخت تحفظات کا شکار نظر آتے ہیں۔آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہاں جانے والے بچے اپنے رنگ کو چھوڑ کر اُن لوگوں کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اُن کا پہلا رنگ اس قدر کچا ہے کہ وہ فوراًاُتر جاتا ہے اور دوسرا رنگ اُن پر چڑھ جاتا ہے۔ایک طرف تو یہ عالم ہے کہ آج کا مسلمان یورپ میں منتقل ہونے کے بعد اپنی اولاد کے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہے اور دوسری طرف برّصغیر میں چند عرب تاجر تجارت کی غرض سے آئے تھے۔اور انھوں نے تجارت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کو بھی برّصغیر میں متعارف کروادیا۔لوگ جلد ہی اس نئے دین سے مانوس ہو کر پھر اسی دین کے گرویدہ ہو گئے۔آج برّصغیر پاک وہند میں کروڑوں مسلمان بستے ہیں۔اُس کی بنیادی وجہ اور فرق یہ تھا کہ وہ عرب تاجر سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور اسلام کے داعی تھے۔اسلام کی چھاپ اُن کی زندگیوں پر واضح نظر آتی تھی۔انھوں نے اپنے عمل سے اسلام کی تبلیغ کی تھی نہ کہ اپنی زبان سے دین کی تبلیغ کرتے اور عمل اُن کا اسلامی تعلیمات اور سیرتِ مصطفیٰ کے خلاف ہوتا۔بلکہ قول اور فعل میں یکساں مطابقت تھی۔جس وجہ سے وہ اسلام کے اولین سفیر کی حیثیت سے برّصغیر میں متعارف ہوئے۔لہٰذا اُمت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے یہ مقام غور طلب ہے کہ آج ہماری زندگیوں سے اسلام کا تعلق نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے۔اسی لیے ہماری مدد و نصرت بھی بند ہو چکی ہے۔کیونکہ یہ میرے رب کا فیصلہ ہے کہ آج ہمارے جو حالات ہیں ہم خود اُن کے ذمہ دار ہیں۔ہماری بد بختی اور ہمارا زوال ہمارے ہی ہاتھوں کا کمایا ہوا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

"اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَاۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَاؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْؕ"[27]

''کیا بات ہے کہ جب تمھیں ایسی مصیبت آجائے کہ اس جیسی تم دوچند پہنچا چکے تو کہنے لگے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی تو اے محبوب فرمادیجیے کہ یہ خود تمھاری طرف سے ہے۔''

سو اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام پر زوال اور اس کے علاوہ دیگر جتنے بھی مسائل کا سامنا ہے اس کی وجہ مسلمانوں کا رویہ اور طرزِ عمل ہے۔لہٰذا سب سے ضروری یہ ہے کہ ہم مسلمان دورنگی کو چھوڑ کر ایک رنگ کو اپنالیں۔اور وہ رنگ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا رنگ ہے کہ ہمیں پھر سے زمانے میں عروج اور اقتدار واختیار عطا کر دیا جائے۔اور اقوالِ عالم کی ڈور ہمارے ہاتھ میں ہو گی۔سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنانے سے ہمیں اُخروی اور دنیاوی ہر دو طرح کی انفرادی واجتماعی کامیابیاں نصیب ہوں گی۔

---

[27]آل عمران ۳:۱۶۵۔ Āl e Imrān, 3:165

مطالعہ سیرت النبی ﷺ اور عصر حاضر کے مسائل

عہدِ حاضر کا انسان باوجود اس کے کہ وہ خاصی ترقی کر چکا ہے، ستاروں پر کمنڈ ڈالنے اور چاند پر قدم جمانے کے بعد مزید سیاروں کی تسخیر کا عزم لیے بیٹھا ہے لیکن دوسری طرف بے شمار مسائل میں بھی گھرا ہوا ہے۔ جیسے جیسے ترقی کی شاہراہ پر قدم جماتا چلا جا رہا ہے ویسے ویسے ان گنت مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک طرف عروج ایسا کہ ستاروں کی تسخیر کے ارادے، دوسری طرف بے بسی ایسی کہ نوعِ انسانی کو شکست و ریخت کا سامنا۔ عصرِ جدید سمیت تمام مسائل کا حل مطالعہ سیرت النبی ﷺ میں پوشیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ایک مکمل ضابطہ و دستورِ حیات ہے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کی صورت میں فراہم کردہ نبی کریم ﷺ کا دستورِ حیات ہی تمام خرابیوں اور مسائل کا کامل ترین حل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔"[28]

''بے شک تمھارے لیے رسول کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بہترین نمونہ ہے۔''

سیرتِ مصطفی ﷺ کا تحفہ خدائے بزرگ و برتر جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے یہ اس کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ یعنی سیرتِ مصطفی ﷺ کو بارگاہِ ایزدی سے تائید و نصرت حاصل ہے۔ اس لیے سیرتِ مصطفی ﷺ بلاشبہ واحد اور مکمل ترین حل ہے، عصرِ حاضر کے چیدہ چیدہ مسائل کا تذکرہ جن کا سامنا اہل اسلام کو ہے، درج ذیل ہیں:

جہالت اور شرح ناخواندگی

عصرِ حاضر میں اہلِ اسلام کو درپیش مسائل میں سے سب سے اہم مسئلہ جہالت اور علم سے دوری کا ہے۔ مسلمان جب تک تحقیق و جستجو سے جڑے رہے اور علم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا تب تک زمانے کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی۔ جب سامانِ عیش و عشرت کی فراوانی ہوئی تو جذبہ اسلام دھیما پڑنے لگا وہیں علم دوستی جیسا جذبہ بھی ماند پڑ گیا۔ جیسے ہی تحقیق و جستجو کے میدان کو چھوڑا اُمتِ مسلمہ زوال پذیر ہوتی گئی۔ حالانکہ سیرتِ مصطفی ﷺ میں اس قدر تائید و تاکید ہے کہ ہر مسلمان کے لیے حصولِ علم کو لازمی قرار دیا ہے۔ فروغ تعلیم کے لیے سیرتِ مصطفی ﷺ یوں رہنمائی فرماتی ہے:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ."[29]

''علم کی طلب ہر مسلمان پر لازم ہے۔''

اب دیکھیے کہ سیرتِ مصطفی ﷺ میں کس قدر تاکید کی گئی ہے کہ ہر مسلمان یعنی ہر وہ شخص جو کلمہ گو ہے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ حصولِ علم کو یقینی بنائے۔ اور پھر بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کو رفعت و شان عطا فرمائی ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

---

[28] ۔الاحزاب ۳۳:۲۱۔ Al Ahzāb, 33:21

[29] ۔ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن، دار احیاء الکتب العربیہ، ۱/۸۱، رقم الحدیث: ۲۲۴۔

Ibn e Mājah, Muhammad bin Yazīd, *Al Sunan*, Dār Ihyā Al Kutub Al Arabiyah, 81/1, Hadith: 224

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ"[30]

''اے محبوب فرمادیں کہ کیا اہل علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟''

یعنی رب تعالی بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اہل علم اور جاہل کسی وطرپر برابر نہیں ہو سکتے بلکہ علماء ہمیشہ عالی وقار ہیں اور صاحبِ عزت وجاہ ہیں۔ یہاں پر علماء یا اہل علم سے مراد فقط علوم دینیہ کے حامل علماء ہی نہیں بلکہ ہر شعبہ زندگی کے متعلق علم حاصل کرنے والے اہل علم کی بات ہو رہی ہے جو اسلام اور مملکتِ اسلامیہ کی حفاظت یا پھر اسلام کے عروج اور پوری دنیا میں نفاذ اسلام کے عظیم مشن سے وابستہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی ہی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں علم کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ سو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو حصولِ علم کی کوشش کرنی چاہیے۔

جاگیردارانہ وسرمایہ دارانہ نظام

غربت وجہالت کی طرح جاگیردارانہ اور پھر سرمایہ دارانہ نظام جو کہ غریب طبقوں کے استحصال کا سبب ہے یہ مسئلہ بھی کسی عفریت سے کم نہیں، اس نظام کے تحت غریب جو ہے وہ غریب تر اور امیر جو ہے وہ پہلے سے بھی امیر تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے آج کے عہد میں دو وقت کی روٹی حاصل کرنا بھی ایک سنگین مسئلہ بنتا جا رہا ہے، اس استحصالی نظام کے مقابل سیرتِ مصطفی ایک ایسا عادلانہ اور منصفانہ نظام متعارف کرواتی ہے جس سے نہ تو کسی کا استحصال ہو سکے اور نہ ہی طبقہ اُمرا کے لیے پریشانی کا سبب بنے۔ نبی اکرم ﷺ نے جس اسلامی فلاحی ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تھی اس میں ایسے سرمایہ دارانہ نظام کی رتی برابر گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی کو کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر ہتھیانے کی اجازت ہے۔ اسلامی معاشرے کے خدوخال کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔"[31]

''اے ایمان والو! تم نہ کھاؤ ایک دوسرے کا حق ناجائز طریقے سے۔ آپس میں لین دین کرو باہمی رضامندی سے۔''

یعنی تجارت اور دیگر کاروبارِ زندگی کے دوران ایسے ہتھکنڈے یا ناجائز ذرائع اختیار کرنے کی ممانعت فرمادی گئی ہے جس سے کسی دوسرے کو دھوکا یا نقصان پہنچا کر اُس کا مال ہتھیا لیا جائے۔ بہرحال اسلام ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کا خواہش مند ہے جس میں ارتکاز دولت نہ ہو جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں بھی ہے:

"تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ."[32]

''اُن اُمراء سے زکوۃ وصول کی جائے اور ان کے ہی فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔''

مزید یہ کہ اسلام دولت کی بنیاد پر تفریق نہیں کرتا، بلکہ اسلام کی نظر میں تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں۔ شاہ وگدا تمام اسلام کی نظر میں برابر ہیں اور سب مسلمان ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں۔

---

[30]۔ الزمر ۳۹:۹۔ Az-Zumar, 39:9

[31]۔ النساء ۴:۲۹۔ An-Nisā, 4:29

[32]۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۲/۱۰۴، رقم الحدیث: ۱۳۹۵۔

Bukhari, *Al Jāme Al Sahīh*, 104/2, Hadith: 1395

مذہبی و قومی تعصّبات

دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی وحدت کا شیرازہ بھی بکھر چکا ہے۔آج کے دور میں بھی دنیا میں ایک کثیر تعداد میں مسلمان موجود ہیں اور چھپن اسلامی ملک ہیں مگر اس سب کے باوجود نہ تو کوئی نظم اجتماعی ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے درمیان فکری، نظریاتی وحدت ہے۔ بلکہ آپسی لڑائیوں اور مذہبی و قومی تعصبات کے سبب ایک دوسرے کے خلاف دشمنوں کے ہاتھوں استعمال ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس حوالے سے اسلامی تعلیمات بالکل واضح ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔"[33]

''بے شک مومنین تو آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔''

یہ آیتِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمان سوائے ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہونے کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ یعنی ان کے درمیان اور کوئی دشمنی اور وجہ عناد پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔اسی طرح حدیثِ مبارکہ کی صورت میں سیرتِ طیبہ بھی ہمیں یہی سبق سکھاتی ہے:

"المسْلِمُ أَخُو المسْلِمِ۔"[34]

"مسلمان تو اپنے دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔"

نبی رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان تو اپنے دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔اور بھائی اپنے دوسرے بھائی پر نہ تو ایذا دیتا ہے نہ ہی اسے تنہا چھوڑتا ہے، اور نہ ہی اُس کی تحقیر کرتا ہے۔اور کس قدر خوبصورت انداز میں اُمت کو تلقین فرمائی کہ تقویٰ تو یہاں یعنی دل میں ہوتا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کے درمیان ہمہ قسم کے لسانی و مذہبی و عصبی تعصّبات کو ختم کر کے وحدت کی لڑی میں پرو دیا۔ سیرتِ طیبہ کی تعلیمات کی روشنی میں آج اس موذی مرض سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے نسخہ کیمیا کو بروئے کار لایا جائے۔

کفر و الحاد

عصر حاضر کے جدید معاشرے کے وجود سے پہلے ہر معاشرے میں کسی نہ کسی طور مذہب اک تصور موجود تھا۔اسی طرح ہر معاشرے میں خدا کا وجود، حیات مابعد الموت اور روح کا تصور بھی موجود تھا مگر پھر جدید عمرانیات میں بڑے تکنیکی انداز میں خدا اور کائنات کے وجود اور روح کو جسم اور حیات بعد الموت کو ظاہری زندگی سے تبدیل کر دیا گیا۔اب لوگ حیات بعد الموت کی زندگی کو بہتر بنانے کی بجائے حیاتِ ظاہری کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔اور اسی کی آسائشوں کے حصول کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یہ نظریات نہ صرف یورپ بلکہ اسلامی معاشروں میں بھی بڑی تیزی سے پھیلے ہیں۔اور بُری طرح سے ہماری نوجوان نسل کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔اسی سوچ کا نتیجہ ہے

---

[33] ۔الحجرات ۴۹: ۱۰۔

Al Hujrāt, 49:10

[34] ۔بخاری، الجامع الصحیح، ۱۲۸/۳، رقم الحدیث: ۲۴۴۲

Bukhari, *Al Jāme Al Sahīh*, 128/3, Hadith: 2442

کہ لوگ اسلام سے دور اور حیات بعد الموت کے تصور کو ترک کرکے بس اسی زندگی کی آسائشوں کی بات کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات اور سیرتِ نبوی ﷺ میں بڑے واضح انداز میں عقیدۂ آخرت کو بیان کیا گیا ہے اور جو نیک اعمال کریں گے اُن کے لیے انعام کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ۔"[35]

''پس اللہ اُن کو اس قول کے بدلے ایسے باغات عطا کرے گا جن میں نہریں بہتی ہوں گیاور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہی نیک لوگوں کا اجر ہے۔''

سو کفر والحاد کے آگے بند باندھنے کا کام صرف سیرتِ طیبہ ہی کے ذریعے سے کیا جا سکتا ہے۔

مطالعہ سیرت النبی ﷺ کا فروغ اور ہماری ذمہ داریاں

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ تمام کے تمام اوصافِ حمیدہ کا منبع ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ مبلغ و داعی، امانت دار، تاجر، عدیم النظیر قانون ساز، بے مثال شوہر، مربی و محسن، رحمت و کرم، عظیم سپہ سالار غرضیکہ زندگی کے ہر گوشۂ حیات کے بارے میں سیرتِ مصطفی ﷺ سے رہنمائی ملتی ہے۔ عہدِ حاضر میں اگر مسلمان پھر سے سیرتِ طیبہ سے استفادہ کریں تو پھر سے کھویا ہوا عروج اور اقوامِ عالم کی زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں۔ ہمیں سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ درست اور صحیح سمت میں کرنا چاہیے تاکہ مطلوبہ فوائد اور مکمل ثمرات حاصل ہو سکیں۔

سیرت النبی ﷺ کا بطور نظامِ حیات مطالعہ

آج کل مسلمانوں میں مطالعہ سیرت النبی ﷺ کا مروجہ طریقہ فقط واقعاتی سیرت کو پڑھنا اور بیان کرنا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ فضائل اور شمائل مصطفی ﷺ کے تذکرے کو ہی کافی سمجھتے ہوئے اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ فضائل و شمائل یا واقعاتی سیرت کے بیان کرنے سے وہ مطلوبہ نتائج کبھی حاصل نہیں ہو سکتے اگرچہ یہ عمل لوگوں میں حُبِ نبی ﷺ کے فروغ کا سبب ہے مگر مطلوبہ نتائج کا حصول ممکن نہیں مکمل اور معنی نتائج کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ سیرتِ مصطفی ﷺ کا مطالعہ مکمل نظامِ حیات کے طور پر کیا جائے۔ کہ زندگی کا کوئی بھی پہلو ہو اس کے متعلق رہنمائی سیرتِ النبی ﷺ سے لی جائے۔ کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو سیرتِ النبی ﷺ سے رجوع کیا جائے اور اپنے مسائل کا حل ڈھونڈا جائے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[36]

''بے شک تمھارے لیے رسول کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بہترین نمونہ ہے۔''

قرآن مجید میں دیگر کئی مقامات پر نبی رحمت ﷺ کی سیرت سے استفادہ کی تلقین کی گئی ہے۔ یہاں تک فرمادیا گیا کہ میرا نبی ﷺ تو اپنی مرضی سے بولتا بھی نہیں۔ فقط وہی بولتا ہے جو اس پر وحی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[35] ۔المائدہ ۵:۸۵۔ Al-Mā'idah, 5:85

[36] ۔الاحزاب ۳۳:۲۱۔ Al-Ahzāb, 33:21

"وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔"[37]

''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے مگر جو اُن پر وحی کیا جاتا ہے۔''

یعنی سیرت النبی ﷺ ہر لحاظ سے ایک مکمل اور کامل ترین ضابطۂ حیات ہے نہ کہ فقط واقعات و فضائل کا مجموعہ سو سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ بھی اسی تناظر میں کیا جانا چاہیے۔

عصری مسائل کے تناظر میں سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ

عہدِ حاضر جو کہ ایک صنعتی و سائنسی اور مادی ترقی کا دور ہے۔ اس سائنسی و مادی ترقی اور مشینی انقلاب نے سیاست و معیشت، ثقافت و معاشرت، تجارت و زراعت، کھیل کے میدانوں سے لے کر تعلیم و تحقیق تک ہر شعبہ زندگی کو متاثر کیا ہے۔ جس وجہ سے ہمہ قسم کے مسائل معاشرے میں پیدا ہو چکے ہیں۔ ان مسائل کے حل کو پیشِ نظر رکھ کر مطالعہ سیرت النبی ﷺ کرنا چاہیے اور سیرتِ طیبہ ﷺ کو آج کے مسائل سے ہم آہنگ کر کے پڑھا جائے۔

سیرت النبی ﷺ کی درست تفہیم اور مطالعہ سیرت النبی ﷺ

ہر گزرتے وقت کے ساتھ اُمتِ مسلمہ جیسے جیسے زوال کا شکار ہوتی چلی گئی ویسے ویسے اُمت کے لیے مسائل روز بروز بڑھتے چلے گئے۔ چالاک دشمن یہ بھانپ چکا تھا کہ اگر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا ہے تو ان کے دل سے جذبہ حُبِ نبی ﷺ نکال دو۔ یہ خود ہی ختم ہو جائیں گے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے ایک کام تو یہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا اور اس قدر پروپیگنڈہ کیا کہ نوجوان طبقہ کے دل سے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت اور عشق کو کم کیا جا سکے تو دوسری طرف مسلم سیرت نگاروں اور مفکرین نے مسلمانوں کے مسائل کو سامنے رکھ کر سیرت کے متعلقہ پہلوؤں کو اُجاگر کیا جو کہ ایک درست اور صحیح اقدام تھا۔ مگر نتیجے کے طور پر وہ والہانہ محبت اور عشق کا جذبہ ماند پڑنا شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے جذبہ اطاعت کم ہو گیا۔ اور لوگ سیرت النبی ﷺ سے غافل ہونے لگ گئے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عصری مسائل کی تفہیم کے ساتھ ساتھ سیرت کے وہ پہلو جو ایک اُمتی کے دل میں اپنے نبی ﷺ کی بلا مشروط محبت و عقیدت کے جذبہ کو فزوں تر کر دیتے ہیں ان کے مطالعہ کو بھی فروغ دیا جائے۔

آیات قرآنی کی توضیح

مطالعہ سیرت النبی ﷺ کے فروغ میں ایک اور اہم جہت یہ ہے کہ قرآنی آیات کی توضیح و تشریح کو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں کی جائے۔ یعنی جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو نبی کریم ﷺ کے حالاتِ زندگی کیسے تھے۔ آپ ﷺ کے احوال و واقعات اور اُس وقت کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ جس سے سیرت النبی ﷺ کی افادیت و اہمیت مزید مسلم ہو جائے گی۔

---

[37] النجم ۵۳:۳،۴۔ An-Najm, 53:3,4

سیرت النبیﷺ کا بطور رسولِ انسانیتﷺ مطالعہ

نبی کریمﷺ نہ تو کسی خاص گروہ، قبیلہ یا قوم کے لیے مبعوث ہوئے اور نہ ہی کسی خاص علاقے کے لیے۔ بلکہ آپﷺ تو پوری انسانیت کے لیے محسن و مربی اور رسولِ ہدایت بن کر تشریف لائے تھے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا"[38]

"اے محبوب فرما دیجیے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔"

اسی لیے آپﷺ کی سیرت کا مطالعہ فقط مسلمانوں کے نبی کے طور پر نہ کیا جائے۔ بلکہ آپﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مطالعہ کے وقت اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ آپﷺ تمام انسانوں کے لیے رسول بن کر تشریف لائے تھے۔ اسی لیے آپﷺ کی تعلیمات سے تمام انسانیت استفادہ کر سکتی ہے۔

سیرت النبیﷺ کی مختلف جہات کا بطور وحدت مطالعہ

مطالعہ سیرت النبیﷺ کے وقت عمومی طور پر فضائل وشمائل کو لیا جاتا ہے لیکن دیگر جہات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یا دیگر جہات کے مطالعہ کے وقت ان جہات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات مطالعہ سیرت النبیﷺ کرتے ہوئے بہت ضروری ہے کہ تمام جہات کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جائے۔ تاکہ اُن اعمال میں روحانیت پیدا ہو۔ اور وہ اعمال فیضان و تاثیر سے خالی نہ رہیں۔ کیونکہ اگر سیرت النبیﷺ کی کوئی بھی جہت رہ گئی یا نظر انداز کر دی گئی تو پھر سیرت النبیﷺ سے کما حقہ استفادہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

خلاصۂ بحث

آج کے دور کو انسانی ترقی کی معروج کا دور کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ ہر شعبہ زندگی میں نت نئی ایجادات نے تہلکہ مچار کھا ہے۔ زمین کے مدر سے نکل کر دوسرے سیاروں پر آباد کاری کی باتیں ہو رہی ہیں۔ مگر اس قدر ترقی اور ایجادات کے اس دور میں انسان کو اتنے ہی زیادہ سنگین مسائل کا سامنا ہے۔ یہ مسائل انسانی شخصیت کی شکست و ریخت کا سبب ہیں۔ بلکہ ان مسائل سے انسانی بقا کو بھی خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ آج انسانیت کو ایک ایسے نسخہ کیمیا کی ضرورت ہے جو انسانیت کے سر پر منڈلاتے خطرات دور کر دے۔ اور انسان کی فلاح و بقا کو دوام بخشے۔ وہ نسخہ کیمیا صرف اور صرف سیرتِ مصطفیﷺ ہے۔ تعلیماتِ نبویﷺ ہی وہ منہج ہے جس پر چل کر انسان مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ وہ آزمودہ نسخہ ہے جس کو پہلے بھی آزمایا جا چکا ہے۔ نبی کریمﷺ کی رسالت و نبوت عالمگیر ہے۔ آپﷺ پوری انسانیت کے لیے رہنما و رہبر بن کر تشریف لائے۔ اس لیے آپﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ آپﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کر کے نہ صرف خود عمل کیا جائے بلکہ مطالعہ سیرت النبیﷺ کے فروغ کے لیے عملی اقدامات بھی وقت کا اہم ترین تقاضا ہیں۔ تاکہ سسکتی ہوئی انسانیت فلاح اور کامیابی کے راستے پر گامزن ہو سکے۔

---

[38] ۔الاعراف ۷:۱۵۸۔ Al-Ā'rāf, 7:157